© rasailojaraid.com

جناب اختر راہی ایم اے

برصغیر پاک و ہند میں

مشنری سرگرمیاں اور مسلمان علماء

○

اکبر کے بعد

اکبر اور جہانگیر کے عہد میں پرتگیز ایک سیاسی قوت بن گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ جہان کے دور میں انہوں نے ہوگلی کے کئی پرگنوں پر قبضہ کر لیا تھا اور وہاں کی رعایا کو جبراً عیسائی بنا کر پرتگال بھیج دیتے تھے۔

جب پرتگیزوں کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو شاہجہان کو اس کے تدارک کے لیے سخت قدم اٹھانا پڑا۔ عالمگیر کے عہد میں بھی ان کا یہی طرز عمل رہا۔ منشی ذکاء اللہ (م ۱۹۱۰ء) لکھتے ہیں :۔

"پرتگیزی سمندر کے کنارے ہگلی کے قریب رہتے تھے۔ مسلمانوں کے لیے ایک خدا پورہ آباد کیا تھا۔ نماز بلا تشویش کے کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ ان کے تعلقہ میں کوئی آدمی مرجاتا اور اس کا کوئی نابالغ لڑکا ہوتا اور بالغ بڑا لڑکا نہ ہوتا تھا تو اس کے بچوں کو اپنی سلطنت کا بیت المال سمجھ کر اپنے گرجا میں لے جاتے تھے پادری ان کو عیسائی مذہب کی باتیں سکھاتا تھا۔ خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان اس کو عیسائی بنا لیا جاتا تھا۔ اور غلاموں کی طرح ان سے خدمت لی جاتی تھی۔"[1]

---

[1] تاریخ ہندج ۸ ص ۱۱۱ طبع دہلی ۱۹۱۵ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغل دور میں پرتگیزوں کی جہد وسعی کے باوجود علیسائیت نہ پھیل سکی۔ برنیئر نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے :۔

"مسلمان بادشاہوں اور ان کی مسلمان رعایا سے تو کسی طرح بھی تبدیلی مذہب کی امید نہیں اور چونکہ ممالک ایشیا کے وہ سب مقامات میرے دیکھے ہوئے ہیں۔ جہاں مشنری لوگ مقیم ہیں۔ اس لیے میں اپنے تجربے کی رو سے کہہ سکتا ہوں کہ ان لوگوں کی خیرات اور تلقین کا اثر مشرکوں پر ہی ہونا ممکن ہے اور یقین نہیں کہ دس برس میں بھی ایک مسلمان علیسائی ہو جائے یہ سچ ہے کہ مسلمان انجیل کو مانتے ہیں اور مسیح علیہ السلام کا ذکر بغیر نہایت ادب و تہذیب کے نہیں کرتے اور بلا لفظ حضرت صرف علیے کبھی نہیں کہتے اور ہماری طرح اس کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ معجزانہ طور پر کنواری ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اور یہ کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے"

انگریزوں کی آمد

عہدِ اکبر

برصغیر میں جس قدیم ترین برطانوی باشندے کا سراغ ملتا ہے۔ وہ تھامس سٹیفنز —(THOMAS STEPHENS)— ہے جسے گوا کے کالج میں ایکٹر بنایا گیا تھا[1]

پرتگیزوں اور ولندیزوں کی تجارت کو دیکھ کر اہل برطانیہ میں بھی برصغیر آنے کی خواہش پیدا ہوگئی۔ چنانچہ ۱۵۸۳ء میں برطانیہ کے دو تاجر فچ (FITCH) اور نیوبرے (NEWBERY) ایک جوہری لیڈس (LEEDES) اور ایک خوشنویس سٹوری (STORY) نے برصغیر کا سفر اختیار کیا۔ جنہیں پرتگیزوں نے گرفتار کر کے گوا کے جیل خانے میں بند کر دیا۔ قید سے رہائی کے بعد سٹوری نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی۔ لیڈس مغلیہ سلطنت کا ملازم ہو گیا۔ نیوبرے واپس جاتے ہوئے فوت ہو گیا اور صرف فچ (FITCH) بنگال، برما، ملا کا اور سیلون کا سفر کرنے کے بعد

---

[1] History of British India P. 21

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵۹۱ میں واپس وطن پہنچ گیا۔

فیچ کے کامیاب سفر سے اہل برطانیہ کے دلوں میں برصغیر پہنچنے کی خواہش تیز تر ہوگئی اور ملکہ بذات خود دلچسپی لینے لگی۔ ۱۵۹۹ء میں ایک تاجر جان مڈنل (JOHN MIDNALL) کو حکومت کی طرف سے پاسپورٹ دے کر برصغیر بھیجا گیا۔ وہ سات برس تک یہاں رہا اور اکبر کے دربار میں حاضر ہوا[1]

۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء کو ایک تجارتی کمپنی (COMPANY OF LONDON MERCHANTS TRADING INTO THE EAST) کے نام سے قائم ہوئی جس نے تجارت ہندوستان سے شروع کردی۔

عہد جہانگیر

۱۶۰۸ء میں اس کمپنی کا بحری جہاز کیپٹن ہاکنز کے زیر سرکردگی روانہ ہوا اور اسی سال سورت پہنچا۔ اس وقت مقرب خاں گجرات کا صوبہ دار تھا اور سورت کی بندرگاہ اس کے انتظام میں تھی ہاکنز شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ رابرٹس لکھتا ہے۔

"بادشاہ نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور انگریزوں کو سورت میں قیام کی اجازت دے دی"[2]

ہاکنز ڈھائی سال تک جہانگیر کے دربار میں رہا۔ یہیں جہانگیر کے مشورے سے ایک آرمینی عورت سے شادی کرلی تھی اور انگریزی مفادات کی حفاظت کرتا رہا تاہم مقرب خاں (والئ گجرات) اور کئی ایک دوسرے امراء کا خیال تھا کہ انگریزوں کو تجارت کی اجازت نہیں ملنی چاہیے۔ چنانچہ جہانگیر نے انہیں بے قابو نہ ہونے دیا۔

۱۶۱۱ء میں ریاست گولکنڈہ کی بندرگاہ مسولی پٹم میں برطانوی مقیم ہوئے اور انہوں نے فیکٹری قائم کی۔ بعد ازاں تجارتی کمپنی نے اس علاقے میں اپنا کاروبار خاصا بڑھا لیا۔

---

[1] History of British India p. 22

[2] " " " 26

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سر طامس رو

مغلیہ دربار سے تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لیے کمپنی نے فیصلہ کیا کہ ایک شخص کو کمپنی کے اخراجات پر مغل دربار میں بطور سفیر بھیجا جائے۔ قرعۂ فال سر طامس رو کے نام پڑا۔ چنانچہ جیمز اول کی اجازت سے سر طامس رو ہندوستان آیا۔ ستمبر ۱۶۱۵ء کو سورت پہنچا اور پھر آگرہ دربارِ شاہی میں حاضر ہوا۔ جہانگیر کے دربار میں شاہزادہ خرم (شاہ جہاں) انگریزوں کو بہت زیادہ مراعات دینے کے حق میں نہ تھا۔ کیوں کہ انگریزوں کی آمد سے جنگ و جدال کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ پرتگیزوں اور انگریزوں کی باہمی آویزش مقامی آبادی کے لیے آفتِ ناگہانی تھی۔ تاہم طامس رو اپنے پیشرو ہاکنز کی نسبت زیادہ کامیاب رہا اور تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ سوا تین سال کے قیام کے بعد فروری ۱۶۱۹ء کو واپس وطن چلا گیا۔

سر طامس رو کے ساتھ پادری ایڈورڈ ٹیری نے بھی ہندوستان کا دورہ کیا تھا جس نے سفر کی ڈائری تحریر کی [1]

عہدِ شاہجہان

عہدِ شاہجہان (۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء) میں پرتگیزوں کو برے دن دیکھنے پڑے۔ ان کے مظالم سے تنگ آ کر بنگال کے صوبہ دار نے سخت اقدامات کیے تھے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزوں نے بنگال میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا لیا۔

۱۶۴۴ء میں شاہجہان کی صاحبزادی جہاں آرا بیگم کے کپڑوں کو آگ لگ گئی جس سے شاہزادی کا جسم جھلس گیا۔ اس کے معالجوں میں ایک انگریز ڈاکٹر باٹن بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر باٹن کے علاج سے شاہزادی شفایاب ہوئی تو شاہجہان نے مسرت سے ڈاکٹر باٹن کو منہ مانگا انعام دینے کی پیشکش کی۔ ڈاکٹر باٹن نے اپنی ذات کے لیے کوئی فائدہ حاصل کرنے کی بجائے اپنی قوم کے لیے مراعات طلب کیں۔ اس کے مطالبے پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو بلا محصول بنگال میں تجارت کی اجازت دے دی گئی۔ اور بنگال میں تجارتی مراکز قائم کرنے اور ہگلی تک ان کے جہازوں کو آنے

---

[1] ماہِ نو فروری ۵۸ء ص ۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا پروانہ دے دیا گیا۔ مغل بادشاہ کے اس فرمان کو ڈاکٹر باٹن خود ہی بنگال کے دارالحکومت "راج محل" لے کر گیا۔ راج محل کے گورنر شاہ شجاع کے حرم کی ایک عورت بیمار تھی۔ ڈاکٹر نے اس کا بھی کامیابی سے علاج کیا۔ چنانچہ شاہی فرمان کے نفاذ میں شاہ شجاع نے پورا تعاون کیا اور کمپنی نے خوب ترقی کی۔

عہدِ عالمگیر

شاہجہان کے بعد اورنگ زیب عالمگیر تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں کمپنی کو نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کمپنی کے مقبوضات کے گورنر سرجان چائلڈ نے بنگال کے گورنر شائستہ خاں سے ناراض ہو کر مکہ معظمہ جاتے ہوئے حاجیوں کے جہازوں کو لوٹا اور مغل حکومت کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ سرجان چائلڈ کے اس احمقانہ اقدام سے کمپنی کو ذلت سے دوچار ہونا پڑا۔ نہ صرف بنگال بلکہ پورے برصغیر سے انگریزوں کو بے دخل کر دیا گیا۔ آخر منت سماجت اور عاجزانہ درخواستوں کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے فروری ۱۶۹۰ء کو معافی دے دی اور کمپنی نے ۱۷۰۰ پونڈ جرمانہ ادا کیا۔ اس صلح کے بعد فورٹ ولیم (کلکتہ) آباد ہوا۔

کمپنی کی پھلتی پھولتی تجارت سے چند اندرونی مشکلات بھی پیدا ہو گئیں۔ کمپنی کی مشرقی تجارت پر اجارہ داری سے دوسرے انگریز تاجر حسد کرنے لگے۔ انہوں نے مل کر ۱۶۹۸ء میں ایک نئی کمپنی بنالی۔ کچھ دنوں تک دونوں کمپنیوں کے درمیان سخت مقابلہ رہا جس سے دونوں نے نقصان اٹھایا آخر ۱۷۰۸ء میں حکومتِ برطانیہ نے اپنا اثر استعمال کر کے دونوں کمپنیوں کو باہم مدغم کر دیا اور نئی متحدہ کمپنی کا نام "متحدہ ایسٹ انڈیا کمپنی" رکھا گیا۔ اب کمپنی کی ترقی اور خوشحالی کا نیا دور شروع ہوا۔

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت میں پہلے سا استحکام نہ رہا اور ایک ایک کر کے وہ تمام خامیاں نمایاں ہو گئیں جو عالمگیر کی پروقار شخصیت کی بدولت پوشیدہ تھیں۔ یہ دور کمپنی کی ترقی کے لیے نہایت سازگار رہا۔ فرخ سیر کے عہد (۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۸ء) میں ایک انگریز ڈاکٹر ہیملٹن نے بادشاہ کا علاج کیا اس پر بادشاہ نے خوش ہو کر تین ہزار روپے سالانہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی معمولی رقم کے عوض سارے بنگال میں کمپنی کو تجارت اور کاروبار کی آزادی دے دی۔ بنگال جیسے خوش حال اور زرخیز علاقے میں ان تجارتی مراعات کا حاصل ہونا کمپنی کی بہت بڑی خوش قسمتی تھی۔ چنانچہ کمپنی دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔

اورنگ زیب عالمگیر کو آنکھیں بند کیے بمشکل پچاس سال گزرے تھے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی برصغیر کی ایک اہم قوت بن گئی۔ ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی میں سراج الدولہ کو میر جعفر کی سازش اور لارڈ کلائیو کی ریشہ دوانیوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ فتح کے بعد کمپنی نے میر جعفر کو بنگال کا صوبیدار بنا دیا لیکن اس کی حیثیت "مردہ بدست زندہ" سے زیادہ نہ تھی۔ اصل اختیارات کمپنی کے ہاتھ میں تھے۔

میر جعفر کی برائے نام صوبیداری کے زمانے میں کلکتہ میں لوٹ مار اور دنگا فساد ہوا تو کمپنی نے اہل کلکتہ سے جرمانہ وصول کیا جس سے ایک مشنری سکول کھولا گیا۔ سکول کا اہتمام گورنر کے ہاتھ میں تھا۔ اس مشنری سکول میں پانچ سے دس سال کی عمر کا بچہ داخل ہو سکتا تھا اور ہر طالب علم کے لیے لازم تھا کہ وہ عیسوی دعاؤں میں شامل ہو اور بائبل کی تعلیم حاصل کرے۔

۱۷۶۴ء میں "جریا" "آرے نالہ" اور "باقر" کے مقامات پر میر قاسم کی ہاڑ توڑ شکستوں کے بعد بنگال میں مسلم اقتدار کا آخری چراغ بھی گل گیا۔ شہنشاہ دہلی شاہ عالم سے ۲۶ لاکھ کی مال گزاری کے عوض کمپنی نے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی حاصل کر لی[1]۔ ۱۷۶۹ء میں بنگال اور بہار میں اس قدر بھیانک قحط پڑا کہ فاقہ کشی اور وباؤں سے آبادی کا ایک تہائی حصہ لقمۂ اجل بن گیا۔

۱۷۷۲ء سے ۱۷۹۳ء تک یعنی لارڈ ہیسٹنگز اور لارڈ کارنوالس کے عہد میں انگریزوں نے بنگال میں متعدد ضابطے نافذ کیے۔ اس زمانے کے آغاز میں ہی بنگال کا دارالحکومت مرشد آباد سے کلکتہ منتقل کر دیا گیا۔ نواب قید کر لیے گئے اور ۱۷۹۳ء میں بندوبست دوامی

---

[1] مسلم بنگالی ادب ص ۲۹۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نافذ کیا گیا

۱۷۹۳ء میں بندوبست دوامی کے ساتھ ہی سیرام پور میں پہلا مشن ولیم کیرے اور اس کے رفقائے کار کے زیرِ نگرانی قائم ہوا۔ مشن کی طرف سے پہلا انگریزی کالج قائم ہوا اور بنگالی میں انجیل کا ترجمہ ہوا۔ تبلیغِ عیسائیت کے لیے مشن نے بنگالی ہفت روزہ اخبار "سماچار درپن" جاری کیا۔

کچھ عرصہ بعد مشنری جماعت نے محسوس کیا کہ بنگالی ہفت روزہ کے علاوہ فارسی اخبار بھی جاری ہونا چاہیے۔ کیوں کہ مغل دور میں بنگال کی سرکاری زبان فارسی تھی اور ہندو مسلم دونوں اقوام کے اعلیٰ خاندان یہی زبان بولتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے حکومت سے امداد کی درخواست کی۔ درخواست پر گورنر جنرل کی کونسل میں غور کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ "اخبار سی رام پور" کے لیے مشنریوں کو ایک سو ساٹھ روپے ماہانہ رقم مستقل طور پر دی جائے، اور اس کے عوض اخبارِ مذکور کی ایک سو ساٹھ کاپیاں حاصل کر کے بنگال کے مختلف افسروں، کلکتہ کے مدرسے، کلکتہ کے ہندو کالج اور ملک کے دوسرے مشنری کالجوں کو بھیجی جائیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے بیان کے مطابق حکومت نے اس گرانٹ کے علاوہ ایک سو ساٹھ کاپیوں کا ڈاک خرچ بھی معاف کر دیا۔[1]

اگرچہ مشن نے کام شروع کر دیا تھا مگر حالات ایسے نہ تھے کہ اہلِ ہند کو براہِ راست عیسائیت کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ الفنسٹن اور ایف وارڈ (F. WARD) نے اپنے یادداشت میں ——— جو انہوں نے حکومت کے سامنے اس مقصد کے لیے پیش کی تھی کہ حکومت کو تبلیغِ عیسائیت کے الزام کو رفع کرنے کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ یہ بھی لکھا ہے۔

"میں اعلانیہ تو نہیں درپردہ پادریوں کی حوصلہ افزائی کروں گا۔ اگرچہ مجھے گورنر صاحب سے اس بارے میں اتفاق ہے کہ مذہبی امور میں امداد کرنے سے اعتزار کیا جائے۔ تاہم جب تک ہندوستانی لوگ عیسائیوں کی شکایت نہ کریں۔

---

[1] صحافت۔ پاکستان و ہند میں ص ۶۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تب تک ان کی تعلیم کے مفید ہونے میں ذرا شبہ نہیں۔ خواہ تعلیم سے ان کی آراء میں ایسی تبدیلی پیدا نہ ہو سکے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں۔ تاہم اس سے وہ زیادہ ایماندار اور محنتی رعایا تو ضرور بن جائیں گے۔" [۱]

اس محتاط انداز کے پیش نظر اگرچہ مسلمانوں کو بالجبر عیسائی بنانے کا پروگرام کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر عیسائی پادریوں کے اندھے جوش نے اس کام کو زیادہ دیر پوشیدہ نہ رہنے دیا۔ چارلس گرانٹ (CHARLES GRANT) جو بنگال میں انگریزی تعلیم کا کرتا دھرتا تھا۔ اپنی کتاب "اشاعت تعلیم" میں لکھتا ہے۔

"ہندوستانیوں کی اخلاقی حالت حد درجہ خراب ہے اور اس لیے ان کی سوسائٹی نہایت ذلیل و خوار ہے۔ ان خرابیوں کی اصلاح قانون کے نفاذ سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ قوانین کیسے ہی عمدہ کیوں نہ ہوں۔ دراصل تمام خرابیوں کی جڑ ان کے مذہبی مراسم ہیں جن کی روح ان کے قوانین میں موجود ہے۔ اور ان کے جھوٹے، ناپاک اور مضحکہ خیز مذہبی اصولوں میں مضمر ہے۔ ان تمام برائیوں کا واحد علاج یہ ہے کہ ہمارے علم کی روشنی ان لوگوں میں پہنچائی جائے، جو تاریکی میں ہیں۔ بالخصوص ہمارے بانئ مذہب کے خالص اور پاک اصول انہیں بتائے جائیں۔ اس بارے میں ہماری ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ جس سچے مذہب سے ہم مستفید ہوتے ہیں اسے دوسروں تک کیوں نہ پہنچائیں۔" [۲]

فورٹ ولیم کالج

جنگ پلاسی میں کمپنی کی کامیابی کے بعد کمپنی کے ملازمین کی حیثیت تجارت پیشہ افراد سے بڑھ کر حاکموں کی ہوگئی۔ اب ان کے دائرۂ اختیار میں عدالت، مال، خزانہ اور سیاست بھی شامل ہو گئے۔ چنانچہ گورنر جنرل لارڈ ولزلی نے محسوس کیا کہ کمپنی کے ملازمین

---

[۱] ماہنامہ ترجمان القرآن ج ۵۲ عدد ۶

[۲] تاریخ التعلیم جسٹس محمود منقولہ ترجمان القرآن ج ۵۲ عدد ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو ہندوستان کے تہذیب و تمدن اور زبان و ادب سے واقف ہونا چاہیے۔ چنانچہ ۱۸۰۰ء میں لارڈ ولزلی نے کمپنی کے ڈائریکٹروں کی توجہ اس طرف دلاتے ہوئے لکھا کہ:۔

"کمپنی کے ملازمین کے لیے ایک ٹریننگ کالج قائم کیا جائے جس میں انہیں ہندوستانی تہذیب و ثقافت اور علم و ادب سے آگاہ کیا جائے۔"

چنانچہ کمپنی کے ملازمین کی تربیت کے لیے ڈاکٹر گلکرائسٹ اور ولزلی کی کوششوں سے فورٹ ولیم کالج کلکتہ کی بنیاد رکھی گئی۔ کالج کے اخراجات خاصے زیادہ تھے۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں کی طرف سے ۲۷ جنوری ۱۸۰۲ء کو ولزلی کو ایک مراسلہ ملا کہ کالج بند کر دیا جائے۔ ولزلی نے سیاسی اور انتظامی مصلحتوں کے پیش نظر اس مراسلے کو نظرانداز کر دیا۔ اس نے کمپنی کے ڈائریکٹروں کو دلائل و براہین سے سمجھایا کہ کالج کا وجود ناگزیر ہے

"کالج کو قائم رکھنا ہوگا۔ ورنہ سلطنت ختم ہو جائے گی۔"

کالج کی حیثیت کیا تھی؟ اس بارے میں یہ امر ذہن میں رکھ لینا ہی کافی ہے کہ کالج کا پرووسٹ (PROVOST) یعنی پرنسپل انگلستان کے کلیسا کا پادری ہوتا تھا۔ کالج کا پرنسپل ڈیوڈ براؤن (DAVID BROWN) جو کلکتہ فورٹ ولیم کا پادری اور کلکتہ بائبل سوسائٹی کا بانی تھا۔ عام طور پر ڈاکٹر گلکرائسٹ کو کالج کا پرنسپل سمجھا جاتا ہے۔ تحقیق و تفحص سے یہ غلط ثابت ہوا ہے۔ وہ محض "شعبۂ ہندوستانی" کا سربراہ تھا۔

کالج کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ السنہ شرقیہ کی تعلیم کا ادارہ ہے۔ بنگالی، ہندی اور اردو تینوں زبانوں میں تعلیم کا بندوبست کیا گیا اور مشترکہ زبان کی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ ایک ہی متن عربی میں شائع ہوتا تو اسے اردو کیا جاتا اور جب دیوناگری میں شائع ہوتا تو وہ "ہندی" کہلاتا۔ یہی رسم الخط کا اختلاف آہستہ آہستہ شدید قسم کے ثقافتی اختلاف کی شکل اختیار کر گیا۔ دیوناگری کے فاضل طبعاً سنسکرت کی طرف مائل ہوتے تھے اور عربی رسم الخط میں لکھنے والوں کا رجحان عربی اور فارسی کی جانب ہوتا تھا۔ بعد ازاں برصغیر میں جو اردو ہندی تنازعہ پیدا ہوا اس کی جڑیں فورٹ ولیم کالج کی اس پالیسی نے مضبوط کی تھیں۔

فورٹ ولیم کالج نے اردو زبان و ادب پر جو کام کیا۔ اس کی افادیت سے انکار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنا تنگ نظری ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس میں اردو دوستی سے زیادہ سیاسی مقاصد کارفرما تھے۔ ڈاکٹر اے وحید لکھتے ہیں کہ:

"اس ادارے کے قیام کی تہہ میں علم وادب یا زبان کی خدمت سے کہیں زیادہ سیاسی ضروریات اور مصالح کا جذبہ کارفرما تھا؟" [1]

فورٹ ولیم کالج کے علمی وادبی سرمائے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل سیاسی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر کتابیں لکھوائی گئیں۔

۱۔ لسانی ضروریات

جو انگریز منتظم ہندوستان آتے تھے۔ ان میں سے اکثر وبیشتر ہندوستان کی زبانوں سے ناواقف ہوتے تھے۔ انہیں یہاں کی زبانیں سکھانا ضروری تھا۔ اس مقصد کے لیے اردو صرف ونحو اور لغات پر زور دیا گیا۔ چنانچہ گلکرائسٹ نے اردو قواعد اور لغات مرتب کیے۔

۲۔ انتظامی ضروریات

انتظامی مشکلات پر عبور پانے کے لیے ضروری تھا کہ حاکم ملک کے آداب معاشرت سے آگاہ ہو اور ہر قسم کے رجحانات سے مطلع ہو۔

۳۔ عدالتی ضروریات

جو انگریز عدالتوں میں ججوں کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے لیے اشد ضروری تھا کہ وہ ہندوستان کی اخلاقی اقدار اور عوام کے مذہبی رسوم سے آگاہ ہوں۔

کالج کے نثر نگاروں نے جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سرفہرست افسانے، داستانیں اور رومان ہیں۔ اس قسم کی تالیفات میں میر امن کی "باغ وبہار"، حیدر بخش حیدری کی "آرائش محفل"، عیسٰی کی نثر بے نظیر طپش کی "بہار دانش"، کاظم علی جواں کی "شکنتلا" انشک کا "قصہ امیر حمزہ" للوجی کی "سبھا بلاس" بہت اہم ہیں۔ ان داستانوں کا مقصد یہ ہے کہ قصہ کہانی کے پیرایے میں ہندوستان کی معاشرت کا چربہ کھینچا جائے۔ ان جملہ تالیفات میں برصغیر کے آداب

---

[1] ماہِ نو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور یہاں کے تکلفات کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ تاکہ انگریزی حاکم مقامی آداب و معاشرت سے آگاہ ہو جائیں اور انتظامی و عدالتی معاملات میں ٹھوکریں نہ کھائیں۔

کالج کی طرف سے کچھ اخلاقی اور نصیحت آموز کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں۔ مثلاً میر امن نے "اخلاق محسنی" کا ترجمہ اور میر شیر علی افسوس نے گلستان کا اردو ترجمہ کیا۔ اس قسم کی اخلاقی کتابیں بھی درحقیقت مشرقی اخلاق سے آگاہ ہونے کے لیے تھیں۔

چند ایک تاریخی کتابیں بھی اشاعت پذیر ہوئیں جن میں میر شیر علی افسوس کی آرائش محفل" نمایاں ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان تاریخی واقعات سے نہایت اہم نتائج اخذ کر سکتا ہے۔ ان تاریخی کتابوں کا مقصد بھی انگریز حاکموں کو بہترین منتظم، منصف اور حاکم بنانے کے علاوہ کوئی غایت نہیں تھی۔

فورٹ ولیم کالج کے ادبی سرمایے پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کالج کے مصنفوں نے مسلم تاریخ و ثقافت کو اپنی توجہ کا زیادہ مستحق سمجھا ہے اور ہندوؤں کی تہذیب کو چنداں اہمیت نہیں دی۔ اس کی وجہ اظہر من الشمس ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت حاصل کی تھی اور انہیں ہی اپنی راہ کا کانٹا سمجھتے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کے علم و ادب اور ثقافتی سرمایے سے آگاہ ہونا نسبتاً زیادہ ضروری تھا۔

مندرجہ بالا مختصر جائزے سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ کالج کا قیام سیاست انگلشیہ کے سلسلے کی ایک کڑی تھا اور جو کچھ ادبی فوائد حاصل ہوئے وہ محض اتفاقی تھے۔ کالج نے صرف نثری ادب کی طرف توجہ دی اور نظم و شاعری کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ غالباً کمپنی کو یہ شبہ ہی رہا کہ شاعری میں اشاروں اور کنایوں ہی میں کہیں آزادی اور بغاوت کے جراثیم شامل نہ کر لیے جائیں۔ اس لیے زیادہ تر طویل قصوں اور داستانوں کو پسند کیا گیا۔ کالج کی طرف سے مولوی امانت اللہ[1] نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ تیار کیا تھا۔ لیکن

---

[1] مولوی امانت اللہ کا تخلص شیدا تھا۔ انہوں نے ۱۸۰۵ء میں "اخلاق جلالی" کا ترجمہ "جامع الاخلاق" کے نام سے کیا۔ مولوی امانت اللہ نے ۱۸۰۴ء میں کتاب "ہدایت الاسلام"

© rasailojaraid.com

بقیہ اگلے صفحہ پر

© rasailojaraid.com

گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ۱۹ مارچ ۱۸۰۷ء کو اس کا فیصلہ کیا کہ قرآن مجید کی اشاعت نامناسب ہے۔ حالانکہ ۵۶ صفحات تک طباعت مکمل بھی ہو گئی تھی[1]۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دین عیسائیت کی خدمت کے لیے انجیل کا اردو ترجمہ ۱۸۰۴ء میں شائع کیا گیا۔ عہد نامہ جدید (انجیل) کا یہ دوسرا ترجمہ تھا جسے مرزا محمد فطرت نے انجام دیا تھا اور ولیم ہنٹر نے نظر ثانی کی تھی[2]۔

بائبل کے تراجم

فورٹ ولیم کالج کے ترجمے سے بیشتر ڈنمارک کے ایک مشنری شلٹز (SCHULTZE) نے جنوبی ہندوستان کے اردو بولنے والوں کے لیے ۱۷۴۱ء میں پہلا ترجمہ کیا تھا۔

عہد نامہ جدید کا سب سے اہم ترجمہ ہنری مارٹن کا ہے جو ڈاکٹر گلکرائسٹ کا شاگرد تھا اس نے مرزا محمد فطرت کی معاونت سے اردو ترجمہ ۱۸۱۰ء میں مکمل کیا اور ۱۸۱۴ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد عہد نامہ جدید کا وہ ترجمہ ہے جو بنارس میں آٹھ مشنریوں کی ایک جماعت نے انجام دیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں ڈاکٹر ہاپقر نے ترجمہ کیا جسے رومن اور عربی رسم الخط میں شائع کر کے تقسیم کیا گیا اور ایک عرصے تک بہترین ترجمہ سمجھا جاتا رہا۔

انجیل کے ترجمہ پر ۱۸۹۳ء اور ۱۸۹۹ء کے درمیان پھر نظر ثانی کی گئی۔ یہ کام پرکنز (H. E. PERKINS) کے زیر نگرانی شروع ہوا جو اس وقت پنجاب بائبل سوسائٹی کا صدر تھا۔ پرکنز ۱۸۹۷ء میں ہندوستان سے واپس چلا گیا اور اس کے بعد یہ کام وائٹ بریخٹ (H. U. WIETBRECHT) اور دیگر مشنریوں نے ۱۸۹۹ء میں مکمل کیا[3]۔

(مسلسل)

سابقہ حاشیہ: بزبان عربی وارد و تحریر کی جس کا ترجمہ گلکرائسٹ نے انگریزی میں کیا۔ ۱۸۱۰ء میں ایک منظوم صرف و نحو اردو موسوم بہ تصرف اردو تصنیف کیا۔ تاریخ ادب اردو حصہ دوم ص۱۵۱

[1] ایضاً

[2] [3] یورپ میں اردو ص۹۴، ۹۶

© rasailojaraid.com